جماعت کینیا کا ماضی اور حال۔انہیں انجماد توڑنے، قیادت ابھارنے اور مالی قربانی کی نصیحت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲؍ستمبر ۱۹۸۸ء بمقام نیروبی، کینیا)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

مختلف احباب جو کینیا کسی لحاظ سے کسی کام کے لئے آتے رہے ہیں اور پھر واپسی پہ انگلستان میں مجھ سے ملتے رہے ہیں ان سے جب بھی میں نے پوچھا کہ آپ کے خیال میں کیا وجہ ہے کہ کینیا کی جماعت منجمد سی نظر آتی ہے اور اس میں دنیا کی باقی جماعتوں کی طرح ترقی کے وہ آثار دکھائی نہیں دے رہے جو باقی دنیا کی جماعتوں میں خاص طور پر نمایاں ہو کر نظر آنے لگے ہیں۔ باقی دنیا کی جماعتیں ایک نئے دور میں داخل ہو چکی ہیں جو نشوونما کا ایک ایسا دور ہے جسے بہار سے مماثلت ہے اور خدا کے فضل سے وہ جماعتیں بھی جو ایک عرصہ سے خاموش تھیں ان میں غیر معمولی جدوجہد، غیر معمولی جذبہ، غیر معمولی عزم اور غیر معمولی حرکت دکھائی دینے لگی ہے۔اس کے جواب میں مجھے ہمیشہ یہی کہا گیا کہ اس کی دو وجوہات ہیں۔اول یہ کہ کینیا کے بہت سے پرانے مخلص احمدی خاندان جو دراصل کینیا کی جماعت کی روح رواں تھے وہ کینیا سے ہجرت کر کے انگلستان چلے گئے ہیں اور وہیں آباد ہو گئے ہیں۔وہ پرانے تجربہ کار احمدی جو ہر لحاظ سے تربیت یافتہ تھے بہت سے ان میں سے ایسے تھے جن کی ہندوستان میں یا پاکستان میں لمبا عرصہ تربیت ہوئی تھی وہ اپنے پیچھے ایک بہت بڑا خلا چھوڑ گئے ہیں اور دوسری وجہ یہ بیان کی گئی کہ جو نئی نسلیں پیچھے رہ گئی ہیں ان کو احمدیت میں زیادہ دلچسپی نہیں رہی اور ایک قسم کا قحط الرجال سا ہے۔

جہاں تک میرے جائزہ کا تعلق ہے میرے نزدیک یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ نہ پہلی بات میں کوئی حقیقت ہے نہ دوسری بات میں کوئی جان ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ کینیا وہ ملک ہے جس میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ سب سے پہلے افریقہ کے براعظم میں جماعت احمدیہ قائم ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے بزرگ صحابہ یہاں تشریف لائے اور اس جماعت کا جسے کینیا کی جماعت کہتے ہیں نہایت ہی بابرکت آغاز صحابہ سے ہوا اور وہی اس جماعت کی مقدس اینٹیں بنے جن پر آئندہ بنیاد ڈالی گئی۔ سب سے پہلے اس جماعت کا قائم ہونا اور اس کے بعد بعض دوسری وجوہات کے نتیجہ میں نشوونما میں افریقہ کی تمام دوسری جماعتوں سے پیچھے رہ جانا یہ کچھ اور وجوہات اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو وجہ میرے سامنے بیان کی گئی وہ درست نہیں۔

میں نے ایک تفصیلی جائزہ لیا تاریخی لحاظ سے کہ مختلف وقتوں میں یہ جماعت کس کس طرح نشوونما پاتی رہی کن کن نئے علاقوں میں پھیلتی رہی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مخلص خاندان جن کے انخلا کو یہاں کی جماعت کی کمزوری بتایا جارہا تھا جب تک وہ یہاں رہے جماعت نے کسی قسم کی کوئی ترقی نہیں کی اور تمام کینیا کے مقامی باشندے جماعت کے نیک اثرات سے اسی طرح محروم رہے جیسے بعد میں محروم دکھائی دیتے ہیں۔ اگر کوئی نشوونما کا دور تھا تو وہ آغاز میں صحابہ کا دور تھا جنہوں نے بہت قربانیاں دیں، بہت عظیم الشان جدوجہد کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے انہوں نے بڑی محنت سے یہاں جماعت احمدیہ کے پودے کو نصب کیا۔ پس یہ کہنا کہ چونکہ بہت سے مخلص خاندان یہاں سے رخصت ہو کر انگلستان آباد ہو گئے اس لئے ترقی رک گئی حقائق اس کو جھٹلا رہے ہیں۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو بیعتوں کا گراف اس بات کو نمایاں طور پر دکھاتا اور گزشتہ بیعتوں کے جائزے سے ہم یہ بات بآسانی معلوم کر سکتے کہ جس زمانے میں یہاں سے بعض ایشیائی خاندانوں کا انخلا ہوا ہے اس زمانے تک تو غیر معمولی طور پر سالانہ بیعتوں میں اضافہ رہا، نمایاں طور پر بڑھوتی رہی یعنی نمایاں تعداد میں بیعتیں ہوتی رہیں اور جس سال یا جن چند سالوں میں وہ یہاں سے رخصت ہوئے ان سالوں میں اچانک بیعتوں کی رفتار گر گئی اور دور دراز علاقوں میں جہاں احمدیت بڑی تیزی سے پھیل رہی وہیں اس کے قدم رک گئے۔ اگر یہ تصویر ہوتی تو جو وجہ بیان کی گئی تھی وہ درست ثابت ہوتی لیکن ایسی کوئی تصویر نہیں ابھرتی ان کے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑا،

ان کے یہاں رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑا اس لئے اس وجہ کو کسی قیمت پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔

جہاں تک دوسری وجہ کا تعلق ہے جب سے میں کینیا آیا ہوں اور مجھے آئے ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا ہے میں نے بہت سی ملاقاتیں کیں ہیں اور اپنے ذاتی مشاہدے کی بنا پر میں اس وجہ کو بالکل غلط سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں ہرگز کسی قسم کا کوئی قحط الرجال نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑے بھی اور چھوٹے بھی ہر قسم کے احمدی دوست جن سے میری ملاقاتیں ہوئیں ہیں۔ جن کو میں نے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ سب کو میں نے غیر معمولی اخلاص کے جذبے سے سرشار پایا ہے۔ ان کے اندر کسی پہلو سے کوئی کمی نہیں ہے۔ بہت ذہین نوجوان ہیں، کثرت کے ساتھ اچھے تعلیم یافتہ ہیں۔ ان کے اندر جماعت کے ساتھ محبت موجود ہے، کام کا جذبہ ہے، کام کا سلیقہ موجود ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ قحط الرجال کے نتیجہ میں یہ جماعت ترقی سے محروم رہ گئی یہ درست نہیں۔ ہاں قیادت میں قحط ایک ایسی چیز ہے جسے تسلیم کیا جا سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بنیادی وجہ قحط الرجال نہیں بلکہ قحط القیادت ہے۔ جس قسم کی فعال قیادت کی ضرورت ہے جو جذبے سے بھرپور ہو، جو حکمت کے ساتھ اور محبت کے ساتھ احمدی نوجوانوں کو بڑوں اور چھوٹوں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک فعال جماعت کے طور پر آگے بڑھنے کے جذبے سے ان کو بھر دے ایسی قیادت معلوم ہوتا ہے یہاں میسر نہیں اور اسی کی وجہ سے ایک قسم کی مردنی سی چھائی ہوئی ہے۔ اس سے پہلے کے دور میں بھی جو قیادت یہاں میسر تھی اس کا زیادہ تر رخ ایشیائی باشندوں کی طرف ہی رہا اور مقامی جو کینین باشندے ہیں، کینیا کے باشندے ہیں جو دراصل اس وطن کے مالک ہیں، اس وطن کے بچے ہیں، اس وطن کی وطنیت ان کی شخصیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ان کی ذات کینیا ہے اور کینیا وہ لوگ ہیں جو اسی Soil کے، اسی زمین کی پیداوار ہیں اور نہ صرف یہ کہ آج بلکہ ہزارہا سال سے وہ کینیا کی تاریخ بنا رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حقیقی کینین ہیں۔ جو باہر سے آنے والے ہیں اگرچہ ان کو یہاں نیشنیلٹی یا قومیت مل بھی گئی اور جہاں تک ان کی اپنی نفسیاتی کیفیت کا تعلق ہے یہ بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کینین ہی سمجھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ایک فرق ہے جو بہرحال قائم رہے گا مقامی باشندے بہرحال مقامی باشندے ہیں اور گزشتہ قیادتوں میں بھی سوائے اس کے کہ کبھی کبھی ایک تبدیلی ہوئی عموماً گزشتہ قیادتوں کا رجحان بھی ایشیائی باشندوں کی طرف رہا اور مقامی باشندوں کو نظر

انداز کر دیا گیا۔

گزشتہ ادوار میں بارہا جماعت کو فعال قیادت بھی میسر آئی ہے اور بعض امراء جنہوں نے ایک لمبا عرصہ کینیا میں گزارا خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑے پر جوش اور باعمل، فعال امراء تھے اور ان کے زمانے میں مردنی نہیں بلکہ حرکت دکھائی دیتی ہے مگر اس کے باوجود ان کا رخ بھی ایشیائیوں ہی کی طرف رہا۔ گویا وہ کینیا کے باشندوں کو ایک ثانوی حیثیت کا باشندہ سمجھتے تھے اور اہمیت دیتے تھے تو ایشیا سے آ کر یہاں بسنے والوں کو۔ چنانچہ ان ادوار میں جن کی میں بات کر رہا ہوں جب بیعتیں بھی ہوئیں تو وہ ایشیائیوں میں ہوئیں اور نئے رستے کھلے تو ایسی جماعتوں میں جن میں پہلے جماعت احمدیہ کو نفوذ نہیں تھا مگر وہ بھی ایشیائی تھے۔ مثلاً ایک زمانے میں جب یہاں نمایاں حرکت دکھائی دیتی تھی تو میمنوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعض دوستوں کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی، بعض خاندان احمدیت میں داخل ہوئے۔ اسی طرح اسماعیلیوں میں سے بعض دوستوں کو احمدیت کی توفیق ملی اور اس پہلو سے کینیا باقی دنیا کی جماعتوں میں ایک امتیاز اختیار کر گیا کیونکہ بالعموم میمنوں اور اسماعیلیوں میں جماعت احمدیہ کی طرف آنے کا رجحان بہت کم پایا جاتا ہے اور کینیا اس پہلو سے خدا تعالیٰ کے فضل سے بازی لے گیا۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کے بعد ان خاندانوں کو بھی سنبھالا نہیں گیا۔ اول تو ان کے ذریعہ جو نئے روابط قائم ہوئے تھے ان روابط کو صحیح استعمال نہیں کیا گیا اور باقاعدہ ایک رو نہیں چلائی گئی جس کے نتیجہ میں کثرت کے ساتھ میمن دوستوں کا یا اسماعیلی دوستوں کا جماعت کی طرف رجحان ہوتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کے خاندان کے بعد کے آنے والے بچوں کو بھی سنبھالا نہیں گیا اور کسی نے پرواہ نہیں کی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ چنانچہ گزشتہ چند سال پہلے مجھے اس بات کا خیال آیا کہ میں پوچھوں تو سہی کہ وہ دوست کہاں گئے آخر۔ ایک زمانہ تھا جب کہ ان کے نام نمایاں طور پر جماعت میں معروف تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے اخلاص کے بہت سے واقعات سنائے جاتے تھے، ان کی قربانیوں کے بہت سے واقعات سنائے جاتے تھے۔ چنانچہ جب میں نے موجودہ امیر صاحب کو لکھا کہ آخر وہ بچے کہاں گئے، ان کی اولادیں کہاں گئیں مجھے بتائیں تو سہی کہ وہ کہاں رہتے ہیں اور کیا ہوا ان کے ساتھ تو یہ افسوسناک حقیقت سامنے آئی کہ ان کو ایک لمبے عرصے سے جماعت نے نظر انداز کئے رکھا ہے اور اس کے نقصانات جو لازماً پہنچنے چاہئے تھے وہ پہنچے

حالانکہ وہ بہت نیک اور بزرگ احمدیوں کی جنہوں نے بڑی قربانیاں دی تھیں اولاد تھے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ انہوں نے اپنے مرحوم بزرگوں سے خلوص ورثے میں نہ پایا ہو لازماً ہم سے کچھ کوتاہی ہوئی ہے۔ چنانچہ جب توجہ دلائی گئی اور ان سے تھوڑا سا رابطہ قائم کیا گیا تو انہی کے بچے ماشاء اللہ بڑی محبت کے ساتھ، بڑے پیار کے ساتھ جماعت میں نہ صرف واپس آئے بلکہ صاف نظر آرہا ہے کہ ان کے اندر نئے جذبے بیدار ہوئے ہیں اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ پہلے سے بہت زیادہ بڑھ کر ہر نیکی کے میدان میں آگے قدم بڑھائیں گے۔

اس نقصان کی ایک وجہ جو مجھے سمجھ آئی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری جماعتیں جو پاکستان کے باشندوں پر مبنی ہیں یا ہندوستان کے باشندوں پر مبنی ہیں ان کے اندر بعض ہماری قومی خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کا تعلق احمدیت سے نہیں بلکہ ہندوستانی قوم اور پاکستانی قوم سے ہے اور وہ خرابی یہ ہے کہ جہاں چند پاکستانی یا چند ہندوستانی اکٹھے ہو جائیں ان کا رخ ایک دوسرے کی طرف ہو جاتا ہے اور وہ ایک جتھا بنا کر رہتے ہیں۔ جس طرح اٹالینز (Italians) میں یہ بات پائی جاتی ہے بعض پہلوؤں سے یہ خوبی بھی ہے لیکن تبلیغی جماعتوں کے لئے نہایت خطرناک برائی بن جاتی ہے۔ جہاں تک دنیاوی جماعتیں ہیں مثلاً جیسا کہ میں نے بیان کیا اٹالین جتھے بنا کر رہتے ہیں جس ملک میں بھی جائیں۔ گریکس (Greeks) ہیں ان میں بھی یہ عادت پائی جاتی ہے جتھے بنا کر رہیں۔ ترک بھی جتھے بنا کر رہتے ہیں۔ بہت سے عرب ممالک کے باشندے بھی جب زیادہ تعداد میں کہیں جائیں تو اکٹھے ہو جاتے ہیں اور جتھا بن جاتا ہے ان کا بھی۔ تو یہ بعض قومی عادتیں ہیں لیکن عام حالات میں یہ نقصان دہ نہیں بلکہ قومی روایات کو زندہ رکھنے اور قائم رکھنے میں ممد ہوتی ہیں، مددگار بنتی ہیں۔ لیکن تبلیغی جماعت جس نے دنیا میں پھیلنا ہو اس کا تو کوئی وطن نہیں ہوتا اس کا تو تمام عالم وطن ہے۔ دنیا کا ہر ملک اس کا وطن بن جانا چاہئے اور اس پہلو سے ان کے لیے یہ قومی عادت بعض دفعہ نہایت مہلک ثابت ہوتی ہے۔

یہی بیماری میں نے یورپ میں دیکھی، انگلستان میں دیکھی بہت سے ایسے انگریز تھے جو مختلف وقتوں میں احمدی ہوئے بلکہ آغاز میں تو اونچے طبقے میں بھی جماعت احمدیہ نے بہت جلدی نفوذ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایک لارڈ تھے وہ بھی احمدی ہوئے اس کے

بعد مختلف علم و دانش رکھنے والے دوست، صاحب حیثیت لوگ بھی اور ہر طبقے سے مختلف وقتوں میں انگریز جماعت میں داخل ہوتے رہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد یا وہ ٹھنڈے پڑ گئے یا خاموشی کے ساتھ باہر چلے گئے۔ بالعموم ایک بات ضرور ہوئی کہ ان کی آئندہ نسلیں جماعت کا جزنہ بن سکیں۔

چنانچہ جب میں انگلستان آیا اور میں نے صورت حال کا تفصیل سے جائزہ لیا تو پتا لگا کہ بنیادی طور پر یہی بیماری ہے جس نے اتنے خطرناک اور مہلک نتائج نکالے۔ ایک مجلس میں جہاں چند پاکستانی یا ہندوستانی اکٹھے ہو جائیں قطع نظر اس بات کے کہ وہاں کوئی دوسری زبان بولنے والے لوگ موجود ہیں، مقامی باشندے ہیں آپس میں اردو یا پنجابی بولنے لگ جاتے ہیں اور بالکل بھول جاتے ہیں کہ کچھ ایسے ہمارے معزز مہمان ہیں جو دین کی خاطر اپنے رشتے منقطع کر کے ہمارے اندر داخل ہوئے ہیں، اپنے معاشرہ کو انہوں نے خیر باد کہا، ایک نئے معاشرہ کو قبول کرنے کی خاطر اپنے مذہب کو، اپنی قومی روایات کو سب کو انہوں نے پیچھے چھوڑ دیا اور اپنے لئے ایک نئی زندگی اختیار کر لی۔ اس کے باوجود جن لوگوں میں، جن پر ان کو یہ توقع تھی کہ وہ اپنا بنائیں گے انہوں نے ان کو اپنا نہیں بنایا۔ ان کو غیروں کی طرح اپنے سے الگ رکھا، ان کو اپنے اندر جذب نہیں کیا، ان کے ساتھ غیر معمولی پیار اور محبت کا سلوک نہیں کیا۔ یہ کوشش نہیں کی کہ ان کو تنہائی کا احساس نہ ہو۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ عرصہ کی تنہائی کے بعد پھر وہ بالآخر واپس اپنے معاشرہ میں لوٹ گئے۔ چنانچہ بعض انگریز نومسلموں سے میں نے خود اس بارہ میں گفتگو کی تو انہوں نے مجھے یہی وجہ بتائی۔ انہوں نے کہا کہ اب بھی یہ ہو رہا ہے، ہم باہر سے آتے ہیں اپنی تمام رسموں کو خیر باد کہہ دیتے ہیں، اپنے تمام تعلقات منقطع کر لیتے ہیں عمداً نہیں بلکہ مجبوراً کیونکہ نہ ہم شراب پیتے ہیں نہ ڈانس کرتے ہیں، نہ اور دوسری گندی عادتیں ہم میں باقی ہیں جو اس قوم کے معاشرہ کا جزو ہیں تو ہمارے دوست ہم سے گریز کرنے لگ جاتے ہیں، ہمارے رشتہ دار ہم سے گریز کرنے لگ جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم ان سب سے کٹ کے الگ ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد اگر جماعت احمدیہ کے باہر سے آکر یہاں بسنے والے افراد بھی ہمیں اپنی سوسائٹی کا جزنہ بنائیں ہم سے پیار اور محبت کا سلوک نہ کریں ہم جمعہ پر جائیں تو ایک طرف بیٹھے رہیں۔ اردو میں خطبہ ہو اردو میں باتیں ہوں اور نماز پڑھ کر کچھ دیر کے بعد ہم واپس تنہائی کا احساس لئے ہوئے گھروں کو لوٹ آئیں۔ یہ کس حد تک انسان برداشت کر سکتا ہے

کتنا لمبا عرصہ تک اس کے باوجود انسان اپنے ایمان پر قائم رہ سکتا ہے؟ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ بہت سے ایسے خاندان آئے اور نکل گئے۔ اگر وہ سارے آج قائم ہوتے تو سینکڑوں کی بڑی مضبوط انگریزوں کی جماعت ہوتی بلکہ ہزاروں کی ہوسکتی تھی اگر ان کی اولادیں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ قائم رہتیں۔ اب چونکہ بار بار کی توجہ دلانے کے بعد وہاں حالات تبدیل ہوئے ہیں۔ کچھ عادتیں درست کی گئی ہیں اس لئے اب خدا کے فضل سے انگریزوں پر مشتمل جماعتیں قائم ہونی شروع ہوگئی ہیں۔

یہاں بھی اسی بیماری نے بہت مہلک اثرات ظاہر کئے ہیں۔ چنانچہ وہ جماعتیں، کمیونٹیز جو نئی تھیں باوجود ایشیائی ہونے کے، ان کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ان سے حسن سلوک نہیں کیا گیا، ان کی عادات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ان کے جذبات اور احساسات کو اگر آپ سمجھتے نہیں تو ان کا خیال کیسے رکھیں گے۔ چنانچہ اپنی طرز کے اوپر، اپنے ڈھب کے اوپر آپ چلتے رہے اور نئے آنے والوں کی خاطر اپنے اندر کوئی لوچ پیدا نہیں کیا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے بعض دفعہ بڑے بڑے نتائج نکلتے ہیں۔ کل کی بات ہے ایک نہایت ہی مخلص ہمارے دوست ہیں انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ عام طور پر جس Stock یعنی جس قومیت سے ہمارے پنجابی مہاجرین یہاں کے تعلق رکھتے ہیں ان سے ان کا تعلق نہیں ہے، ان کی کلچر اور ہے، ان کے حالات مختلف ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ میں ملاقات کیلئے صف میں کھڑا تھا۔ ایک منتظم نے مجھے بڑی سختی سے کہا کہ آپ اس صف کو چھوڑ دیں۔ میں نے کہا کیوں؟ میں تو ملاقات کے لئے آیا ہوں۔ انہوں نے میرے متعلق کہا کہ وہ کسی ننگے سر والے سے مصافحہ نہیں کرے گا۔ حیرت کی بات ہے ایک آدمی بڑے اخلاص اور پیار محبت کے ساتھ محض للہ تعلق کے اظہار میں میرے انتظار میں کھڑا ہے صف بنا کر اور آپ اسے دھکے دے رہے ہیں۔ کوئی حیا نہیں، کوئی شرم نہیں، کوئی خدا کا خوف نہیں ہے کہ کیا حرکت کرتے ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ جب میں آیا تھا میں نے کیا کیا تھا۔ اس نے کہا آپ نے تو بڑی محبت سے میرے ساتھ مصافحہ کیا تھا۔ میں نے کہا پھر آپ نے مجھ سے بیعت کا تعلق باندھا ہے ہر کس و ناکس سے تو بیعت کا تعلق نہیں باندھا۔ آپ ان پر رحم کا سلوک کریں، ان سے حوصلہ کا معاملہ کریں۔ یہ سوچیں کہ ان کی ایک کلچر ہے، ان کا ایک پس منظر ہے معاشرتی، اس کے نتیجہ میں ان میں

کرختگی پیدا ہوگئی ہے۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ دین کے معاملات بڑے نازک ہوا کرتے ہیں۔ وہ محبتیں جو خدا کی خاطر قائم کی جاتی ہیں ان کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ تربیت کے معاملے میں سختی اور رعونت کبھی کام نہیں دیتی۔ ہمیشہ محبت اور انکسار اور پیار ہی ہے جو روحانی رشتے باندھا کرتا ہے۔ جب ان باتوں کی آپ میں کمی ہوگی تو کیسے ممکن ہے کہ آپ نشوونما پائیں۔

یادرکھیں تربیت کرنے والوں کو خشکی زیب نہیں دیتی جن کی طبیعتیں خشک ہوں اور مزاجوں میں سختی پائی جائے ان کا تربیت سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کا مربی بنایا اور آپؐ کو رحمۃ للعالمین قرار فرمایا۔ اگر آپ رحمت نہ ہوتے تو آپؐ دنیا کے مربی بننے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر نہ فرمائے جاتے۔ اس مضمون کو ایک دوسری جگہ کھولتے ہوئے فرمایا وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران: ۱۶۰) اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج یہ جو تو دیکھ رہا ہے کہ عشاق گروہ در گروہ تیرے اردگرد اکٹھے ہیں۔ اگر تیرا دل سخت ہوتا اور تیرے مزاج میں کرختگی پائی جاتی تو یہ سارے تجھے چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ اس آیت کریمہ میں یہ نکتہ سمجھایا گیا کہ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے علم و عرفان میں خواہ دنیا کے ہر پہلے اور ہر آگے آنے والے انسان سے بڑھ چکے تھے اور انتہائی مقام جو علم و عرفان کا متصور ہوسکتا ہے اس پر آپ فائز فرمائے گئے لیکن اس کے باوجود محض آپ کا علم و عرفان اس بات کے لئے کافی نہیں تھا کہ تمام دنیا کو آپ ایک توحید کے جھنڈے تلے جمع کرلیتے۔ اس کے لئے آپؐ کے دل کی نرمی تھی جس نے معجزے دکھائے، جس نے حیرت انگیز کام دکھائے۔ چنانچہ عربوں جیسی سخت دل قوم وہ قوم جو جب کسی سے دشمنی کرتی تھی تو بعض دفعہ سینکڑوں سال تک نسلاً بعد نسل دشمنی کرتی چلی جاتی تھی اور اپنی ضد سے پیچھے نہیں ہٹا کرتی تھی۔ اس قوم کی دشمنی آپ نے شروع میں مول لی محض للہ۔ دل کی سختی کی وجہ سے نہیں بلکہ آپؐ کا مرتبہ اور مقام یہی تھا کہ جس مرتبے اور مقام پر فائز ہونے کے بعد دنیا دشمن ہوجایا کرتی ہے لیکن اس سختی کو آپؐ نے اپنے دل کی نرمی سے موم کردیا، اپنے عجز کے ساتھ ان کی گردنیں خم کیں اور ان کو جھکا دیا یہاں تک کہ وہ جو شدید دشمن تھے وہ انتہائی جان نثار دوست بن گئے۔ اس عظیم الشان انقلاب میں جہاں آپؐ کی دعاؤں کا دخل تھا وہاں آپؐ کے دل کی نرمی کا بھی بہت دخل تھا۔ آپؐ بے انتہا رحمت کرنے والے،

بہت پیار کرنے والے، اپنے گرد اکٹھا کرنے والے اور اپنے جذبات کی گرمی سے لوگوں کے دلوں کو گرمانے والے تھے اور ہر وہ انسان جو مربی ہونے کا دعویدار ہو جو دنیا کی تقدیر کو تبدیل کرنے کا دعوے کرتا ہو وہ اس کے سوا ہرگز اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرے، آپؐ کا اسوۂ اختیار کرے اور وہی طریق اختیار کرے جن طریقوں کو اختیار کر کے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند سالوں ہی میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کر کے دکھا دیا تھا۔

یہاں آنے کے بعد بھی جو حالات میں نے دیکھے ہیں اور بغور مطالعہ کیا ہے ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہاں کی قیادت میں انجماد کی ایک شکل پائی جاتی ہے۔ جو چیزیں منجمد ہوں ان کے دائرے پھیلا نہیں کرتے اور وہ اسی طرح اسی دائرہ میں محدود رہ جاتی ہیں۔ یہاں بہت سے ایسے ہیں مجلس عاملہ کے ممبران ہیں جو غالباً دسیوں سال سے اسی طرح چلے آرہے ہیں اور ان میں آپ کبھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے۔ کوئی نیا خون یہاں مجلس عاملہ میں داخل ہوتا دکھائی نہیں دے گا یعنی جماعت کی کیفیت یہ ہے کہ کوئی ٹیم ارد گرد تیار نہیں ہو رہی حالانکہ زندہ قیادت کی بنیادی صفت یہ ہے کہ وہ کبھی منجمد نہیں ہوتی اور اس کا دائرہ اثر بڑی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگتا ہے اور نئے وجود اس کے زیر اثر آ کر قائدانہ صلاحیتوں سے مرصع ہونے لگتے ہیں، اس سے مزین ہونے لگتے ہیں۔ قیادت کی تربیت دینا بھی قیادت ہی کا کام ہے اور اگر قیادت محدود ہو جائے اور منجمد ہو جائے تو آئندہ نسلوں کے لئے قیادت کا بحران پیدا ہونے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا یہ ایک نمایاں پہلو تھا کہ آپؐ کی قیادت میں ہمیشہ ہر وقت وسعت ہوتی چلی جارہی تھی۔ آپؐ کو خدا نے تمام دنیا کا قائد بنایا، آپؐ میں تمام دنیا کا قائد بننے کی صلاحیتیں موجود تھیں تو آپ کو قائد بنایا لیکن اس کے باوجود آپ نے محض اپنی ذات پر انحصار نہیں کیا بلکہ کثرت کے ساتھ اور قائدین بناتے چلے گئے یہاں تک کہ قرآن کریم نے آپ کی اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ (الفتح: ۳۰) بنیادی بات قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ کہتے ہی ساتھ ہی وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ فرما دیا کہ محمد اکیلا نہیں رہا ان کے انکسار میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپؐ کے ساتھی بھی آپؐ

کی صفات میں شریک ہوگئے ۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کی جو اصل صفت ہے وہ محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہے آپؐ تھے شدید کفار پر۔سب سے زیادہ رحمت کی صفت آپؐ میں موجود تھی۔رحمۃ للعالمین آپؐ ہی کا تو لقب ہے ،مومنوں کے لئے بھی آپ ہی کے متعلق فرمایا گیا بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ:۱۲۸) وہاں جو رحیم کا لقب آپ کے لئے استعمال فرمایا گیا ہے جو خدا کی صفت ہے۔ان صفات میں دوسروں کو اپنا شریک بنالیا، اپنے جیسا بناتا چلا گیا یہاں تک کہ ایک عظیم الشان جماعت تیار ہوگئی جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں اب ان کے ساتھ مل گئی ہے، ان جیسی بنتی چلی جارہی ہے۔

پس وہ قیادت جو منجمد ہو جس میں پھیلنے اور وسعت اختیار کرنے کی صلاحیت نہ ہو وہ بسا اوقات دبانے کا موجب بن جایا کرتی ہے۔بڑ کا درخت بڑا اچھا لگتا ہے بہت عظیم الشان ہے، اس کا بہت بڑا بڑا پھیلاؤ ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض ایسے بڑ کے درخت بھی دنیا میں موجود ہیں جن کے سایے تلے ہمارا ربوہ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوسکتا ہے اتنا بڑا ان کا پھیلاؤ ہوتا ہے لیکن ایک کمزوری بھی ہے بڑ کے نیچے دوسرے درخت نشو ونما نہیں پاسکتے ۔پس ایسی قیادت جس کے نیچے دوسری قیادت نشو ونما نہ پاسکے وہ قیادت بے کار ہے کیونکہ آخر اس قیادت نے ختم ہو جانا ہے اور ایسے پیچھے نقش چھوڑ جائے گی یہ قیادت کہ جس کے سروں پر کوئی سایہ نہ رہے گا۔اس لئے اس بنیادی کمزوری کو بھی بہر حال ہمیں دور کرنا ہوگا۔

میں انشاء اللہ تعالیٰ یہاں سے رخصت ہونے سے پہلے بعض ایسے اقدامات یہاں کر کے جاؤں گا جس کے نتیجہ میں جیسا کہ میں نے دیکھا ہے مخلص احمدی نوجوان آگے آئیں گے اور ان کو آگے آنا پڑے گا۔اگر انہوں نے آگے آکر دین کے کام نہ سنبھالے تو آسمان سے اور فرشتے نازل نہیں ہوں گے۔فرشتے نازل ہوا کرتے ہیں لیکن فرشتہ دلوں پر نازل ہونے کیلئے نازل ہوا کرتے ہیں۔یہ نہیں ہوا کرتا کہ دوست ایک طرف بیٹھے رہ جائیں اور فرشتے نازل ہو کر ان کے کام کریں۔جنگ بدر میں بھی فرشتے نازل ہوئے تھے اور کثرت کے ساتھ صحابہ نے کشفی طور پر ان فرشتوں کو دیکھا باقاعدہ صحابہ کے ساتھ لڑتے ہوئے دیکھا، ان کے ساتھ شامل ہو کر شانہ بشانہ دشمنوں سے لڑتے ہوئے دیکھا۔کسی اور غزوہ میں اس کثرت کے ساتھ فرشتوں کے نزول کی شہادت نہیں ملتی

جس کثرت کے ساتھ جنگ بدر میں فرشتوں کے نزول کی شہادت ملتی ہے۔فرشتے کیوں نازل ہوئے تھے اس لئے کہ آپؐ کے صحابہ میں سے ہر ایک جان دینے پر تلا بیٹھا تھا۔وہ یہ ارادے باندھ کر اور یہ دعائیں کرتا ہوا میدان بدر میں نکلا تھا کہ میں اب زندہ واپس لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔پس وہ لوگ جو خدا کی خاطر سب کچھ فدا کر دیا کرتے ہیں ان کے لئے فرشتے اترا کرتے ہیں جو ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھ جائیں ان کے لئے کبھی فرشتے نہیں اترا کرتے۔اس لئے اگر آپ نے فرشتوں کا نزول دیکھنا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میں وہ صلاحتیں موجود ہیں جن کو کام میں لانے کے نتیجہ میں خدا کے فرشتے ضرور آپ پر نازل ہوں گے تو پھر آپ کو کام کرنا ہوگا۔آپ میں سے ہر نوجوان کی مجھے ضرورت ہے وہ لبیک کہے میری آواز پر آگے آئے اور جو کچھ اس کی صلاحتیں ہیں وہ دین کی خاطر پیش کر دے۔

یہاں آ کر میں نے ایک یہ بھی رجحان دیکھا ہے کہ بعض لوگ اس جگہ کو چھوڑ کر باہر نکل رہے ہیں۔اس ملک کو آپ کی ضرورت ہے۔آپ کی نسلوں کی افزائش اس ملک میں ہوئی۔اس وفا کا تقاضا ہے کہ اس ملک میں رہ کر اس کی خدمت کرے۔یہ کونسی وفا ہے کہ جو اس ملک کے اچھے وقت تھے جو آپ نے اس ملک سے دنیاوی فائدے اٹھائے اس وقت تک آپ ان کے ساتھ رہے اور جب وہ وقت گزر گئے اور آپ نے وقتوں کو بدلتے ہوئے دیکھا تو آپ نے بھی آنکھیں پھیر لیں اور پیٹھ دکھا کر اس ملک سے باہر چلے گئے۔اس سے تو بہتر ہندی دوہے میں بیان کردہ اس پرندے کا حال ہے جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے دوہے میں کہ ایک درخت کو آگ لگ گئی تھی اور وہ پرندہ اسی طرح شاخوں پر بیٹھا ہوا تھا۔کسی دوہے میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی مسافر نے یہ حال دیکھا تو پرندہ سے کہا کہ دیکھو سارا درخت جل اٹھا ہے جس شاخ پر تم ہو وہ بھی جلنے والی ہے تم کیوں اڑ نہیں جاتے۔تمہیں تو خدا نے اڑنے کی طاقت دی ہے۔اس نے کہا نہیں، یہ نہیں ہوسکتا۔یہ وہ درخت ہے جس نے مجھے پھلوں کے ساتھ زندگی بخشی میری بھوک کو مٹایا اور جس کی گرمی میں میں نے سردیوں کی سختی سے نجات پائی اس کے سبز سبز پتوں پر بیٹھ کے میں نے خوشگوار وقت گزارے۔اب یہ کون سا دھرم ہے کہ جب اس درخت پر سختی آئے تو میں اسے چھوڑ کر چلا جاؤں۔کتنا عظیم الشان یہ قصہ بنایا گیا ہے۔ہے تو قصہ ہی لیکن ہے عظیم الشان اس میں کتنا گہرا سبق ہے۔

پس آج افریقہ کو ضرورت ہے وفاداروں کی۔ آپ لوگوں کو جن کے آباؤ اجداد نے یہاں سے استفادے کئے ہیں اس قوم کا حق ادا کرنا چاہئے اور تلافی مافات اپنی گزشتہ سستیوں کی اس طرح کریں اب یہ ارادے لے کر یہاں بیٹھ جائیں کہ ہم نے ضرور اس قوم کے احسان کا بدلہ اتارنا ہے ہمیں جو صلاحیتیں خدا نے عطا فرمائی ہیں ہم نے وہ اس قوم کے لئے استعمال کرنی ہیں۔ اگر آپ یہ کریں گے تو دنیا کی کوئی طاقت جماعت احمدیہ کی نشوونما کو یہاں روک نہیں سکتی۔ آپ دن دگنی رات چوگنی ترقی کریں گے۔ تیزی کے ساتھ تمام سمتوں میں پھیلتے چلے جائیں گے۔ کوئی حدود آپ کی ترقی کو روک نہیں سکے گی اور وہ گزشتہ سالہا سال کی نیندیں اور غفلتیں جن کے نتیجہ میں یہاں جمود دکھائی دیتا ہے اچانک جس طرح ایک زلزلہ طاری ہوتا ہے اس طرح ایک اس زلزلہ کے ساتھ آپ کی نیند کے جادو ٹوٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقیات کا ایک نیا دور یہاں شروع ہو جائے گا مگر اس کے لئے مجھے نوجوان صاحب ولولہ گرم خون رکھنے والی نسلوں کی ضرورت ہے۔ وہ آگے آئیں اور اپنے نام پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تجربہ عطا کرے گا ان سے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ زمانے کی عظیم الشان قیادتیں نکلیں گی۔

خدمت دین کے لئے آج ہمیں جس قسم کے نئے مخلصین کی ضرورت ہے ان کے اندر بنیادی شرط یہ ہونی چاہئے کہ ان کی دونوں ٹانگیں درست ہوں۔ ایک ٹانگ پر چلنے والے احمدی ہمیں نہیں چاہئیں۔ رات مجلس عاملہ کے اجلاس میں جب میں نے بعض ناموں کے متعلق پوچھا کہ اچھے مخلص سمجھدار نوجوان جن کے اوپر دین کے کام ڈالے جائیں تو وہ شوق سے کریں گے ان کے نام بتائیں۔ بعض نام لئے گئے لیکن ساتھ ہی واپس لے لئے گئے یہ کہہ کر یہ چندہ نہیں دیتے۔ تو درحقیقت جہاد میں جو معذور لوگ ہوں ان کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہے کہ وہ باہر بیٹھے رہیں۔ روحانی جہاد میں بھی روحانی لحاظ سے بعض لوگ معذور ہوتے ہیں یعنی وہ لوگ جن کی دونوں ٹانگیں درست نہ ہوں ایک ٹانگ بیمار ہو یا مفلوج ہو چکی ہو وہ بے چارہ جہاد میں کیسے حصہ لے سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مومن کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ اپنی جان کے ساتھ بھی جہاد کرتا ہے، اپنے مال کے ساتھ بھی جہاد کرتا ہے۔ سورۃ البقرہ کی پہلی آیات ہی میں جو متقی کی تعریف فرمائی گئی ہے وہ بھی یہی ہے

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ﴿۴﴾

(البقرہ:۴) خدا کا خوف رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور عبادتوں کو قائم کرتے

ہیں وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ پس وہ لوگ جو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کر سکتے ان کی صحت درست نہیں ہے اور خدمت دین کے لئے صحت مند آدمی چاہئیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تم لوگوں نے چندے پر زور دیا ہوا ہے اگر ہم خدا کے بندے ہیں تو اسی پر زور دیں گے جس پر خدا نے زور دیا ہے۔ قرآن کریم کا مطالعہ تو کر کے دیکھیں کون سی جگہ ہے جہاں خدمت دین کا ذکر ہو اور اس کے ساتھ مالی قربانی کا ذکر نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ نے جو بیعت لی اس بیعت کا خلاصہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (التوبہ:۱۱۱) کہ خدا تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لی ہیں، ان کے مال بھی خرید لئے ہیں بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ بیعت کا مطلب یہ ہوتا ہے بیچ دینا۔ اس سودے کی تعریف یہ ہے، اس بیعت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی جان بھی پیش کرو اور مال بھی پیش کرو۔ پس ایسے مخلصین نہیں چاہئیں جو جان تو پیش کر سکتے ہیں مال پیش نہیں کر سکتے۔ سولہواں حصہ چندہ ہے سال، مہینے کا یا جو بھی آمد ہے جو خدا نے دیا ہے۔ جو اتنے خسیس ہوں کہ خدا کو وہ سولہواں بھی واپس نہ کر سکتے ہوں انہوں نے خدمت دین کیا کرنی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں اس میں صرف ایسے نوجوانوں یا بڑوں کا قصور نہیں ہے ان کے ضمیر کا بھی کچھ قصور ہوا کرتا ہے۔ میرا تو تجربہ یہ ہے کہ بہت کم جماعت احمدیہ میں ایسے بدنصیب ہیں جن کے دل خشک ہو چکے ہیں، جو مالی قربانی کر ہی نہیں سکتے۔ اگر نظام جماعت ان سے صحیح تعلق قائم کرے ،ان کو سمجھائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ انہی دلوں میں سے خدا کی خاطر قربانی کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ بہت سے ایسے دوست میں نے خود دیکھے ہیں جن کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ بالکل مالی قربانی نہیں کر سکتے لیکن جب ان سے گفتگو کی گئی ان کو سمجھایا گیا تو ان میں زمین آسمان کا فرق پڑ گیا۔ اس لئے اس طرف بھی یہاں توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں تو بہر حال وہی آدمی چاہئیں جو قرآن کی تعریف کے مطابق دونوں ٹانگوں پر چلنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ انفس کی قربانی بھی کر سکتے ہوں اور اموال کی قربانی بھی کر سکتے ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے۔

خدا سے مال کے معاملے میں بدظنی کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے یعنی خدا جب مانگے آپ سے اس وقت آپ کہیں کہ نہیں مجھے ڈر ہے میں کہیں غریب نہ ہو جاؤں۔ بیوقوفی کی بھی حد ہے۔ دیا خدا

ہی نے تو ہے اور وہی آپ کو آزما رہا ہے۔ آپ اپنا ہاتھ روکیں تو آپ کی خدا کے سامنے کیا حیثیت رہ جائے گی۔ کسی بچے کو آپ پیار سے کچھ ٹافیاں دیں کچھ چاکلیٹ دیں اور اس کے بعد محبت سے کہیں مجھے ایک چاکلیٹ تو واپس کردو ایک ٹافی تو دو میں بھی کھاؤں اور وہ ہاتھ پیچھے کر کے اکڑ کر آپ کے سامنے کھڑا ہو جائے کہ نہ میں تو نہیں دوں گا میری کم ہو جائیں گی۔ کیا آپ کی محبت اس بچے سے ویسی ہی ہوگی جیسی دوسرے بچے سے جس کو آپ نے چند ٹافیاں دی ہوں کھانے کے لئے ایک مانگیں اور وہ ساری پیش کر دے اور اصرار کرے کہ ابا آپ نے ضرور لینا ہے۔ دونوں تعلقات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ دونوں سے خون کا ایک ہی طرح کا رشتہ ہے لیکن وہ جو اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے تیار ہے اس کے ساتھ اور قسم کے تعلقات ہوا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو کبھی خدا اکیلا نہیں چھوڑا کرتا کبھی ان پر غربت نہیں آیا کرتی۔ ان کے اموال میں بھی برکت پڑتی ہے، ان کی نسلوں میں بھی برکت پڑتی ہے اور جو خدا سے ہاتھ روک لیا کرتے ہیں ان کی اولادیں بھی ضائع ہو جایا کرتی ہیں۔ یہ تو میرا تجربہ ہے ساری دنیا میں۔ یعنی ساری دنیا کے احمدیوں پر نظر ڈال کے میں جانتا ہوں کہ جو لوگ خدا سے اموال کے معاملہ میں کنجوسی کریں ان کی اولادیں بھی ضائع ہو جایا کرتی ہیں۔ نہ انفس رہیں گے نہ اموال رہیں گے۔ اس لئے خود اپنی خاطر اگر اور کسی وجہ سے نہ سہی عقل اور ہوش سے خدا کے ساتھ معاملہ کریں وہی رازق ہے، وہی عطا کرنے والا ہے۔ جب وہ دین کی ضرورتوں کے لئے آپ سے مطالبہ کرے تو کھل کر اس کو دیا کریں اور پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ اس سے کتنا بڑھ کر آپ کو عطا کرتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کا مال اپنے پاس نہیں رکھتا۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ فراخ دلی کے ساتھ مالی قربانی کا معاملہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے زمیندار گندم کی بوری لے کر اپنی زمین میں اس کو چھٹا دے دیتا ہے، اسے بکھیر دیتا ہے، ہل کے ذریعہ بو دیتا ہے۔ بظاہر اس کے دانے مٹی میں مل جاتے ہیں، ضائع ہو جاتے ہیں لیکن وہ جانتا ہے کہ یہ زمین ان سب دانوں کو واپس کرے گی بلکہ بڑھا چڑھا کر واپس کرے گی۔ اتنا دے گی کہ سارا سال میں پھر اسی سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالوں گا اور پھر اس کے باوجود یہ دانوں کی بوری اگلے سال کے بیج کے لئے پھر بھی بچ جائے گی۔ زمین میں کیا خاصیت ہے؟ وہ خدا ہے جس نے زمین کو ایسا بنایا، یہ خدا کی صفات ہیں جو اس کی کائنات میں جلوہ گر

ہیں کیوں اس بات کو نہیں پہچانتے ۔مٹی کی کیا حیثیت ہے، مٹی میں کون سی فراخی پائی جاتی ہے ۔یہ سب صفات الٰہی ہیں جو اس کی تخلیق میں اپنے جلوے دکھاتی ہیں تو کیسے ممکن ہے وہ خدا جس نے زمین میں یہ صفات پیدا کر دیں کہ وہ آپ کے بکھیرے ہوئے دانوں کو واپس کر دیتی ہے، بڑھا کر واپس کرتی ہے وہ خدا جب اس کے دین کے لئے لوگ اپنے دانے اس کے حضور پیش کریں تو وہ ان کو دبا کر بیٹھ جائے اور اصل بھی واپس نہ کرے ۔اللہ تعالیٰ بہت برکتیں ڈالنے والا ہے، سب رزق اسی کے پاس ہے۔اس لئے خدا کی خاطر مالی قربانی میں کمی نہ کریں ۔مجھے یقین ہے کہ وہ نوجوان جن کے متعلق کہا گیا کہ ویسے تو بڑے اچھے ہیں مخلص ہیں عقل والے بھی ہیں لیکن ذرا یہ کمزوری ہے۔ان سے صحیح معاملہ کیا جائے، ان سے گفتگو کی جائے وہ خطبات جو میں نے اس موضوع پر دیئے ہیں وہ ان کو سنائے جائیں۔آپ دیکھیں گے کتنی جلدی ان کے اندر انشاء اللہ پاکیزہ تبدیلی پیدا ہوگی۔

جو غریب ہیں ان کو اپنی طاقت کے مطابق دینا چاہئے ۔اگر کسی کو خدا نے تھوڑا دیا ہے وہ تھوڑا دے کسی کو زیادہ دیا ہے وہ زیادہ دے لیکن وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کے مضمون کو سمجھ کر خدا سے معاملہ کرے ۔میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ بعض غریب غربت کی وجہ سے چندہ دینے سے محروم رہ جاتے ہیں ان کو میں کہتا ہوں آپ کو جتنی توفیق ہے وہی دے دیں ۔اگر آپ ۱/۱۶ نہیں دے سکتے تو مجھے لکھ دیں ایک پیسہ دے سکتے ہیں تو پیسہ دیں۔آپ کے پیسے سے اس جماعت کو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا بظاہر جس کو خدا اربوں دے رہا ہے لیکن آپ کی ذات کو فرق پڑے گا۔اس لئے وہ جو کہتے ہیں کہ ہم غریب ہیں ہمیں کلیۃً معاف کر دیا جائے چندہ ان سے میں کہتا ہوں نہیں ۔میں آپ پر ظلم کروں گا اگر آپ کو کلیۃً معاف کر دوں ۔آپ مجھے بتائیں کہ آپ ایک پیسہ ایک آنہ ایک Peni بھی نہیں دے سکتے ؟ اگر وہ دے سکتے ہیں تو وعدہ کر لیں کہ میں ضرور دوں گا پھر انشاء اللہ خدا تعالیٰ آپ کے مال میں برکت دے گا ۔پھر ایسا بھی وقت آئے گا کہ آپ زیادہ دینا شروع کر دیں گے ۔ایسے کئی دوست ہیں ایک دفعہ نہیں بیسیوں مرتبہ یہ واقعہ گزر چکا ہے۔ایک دوست نے مجھے لکھ کر اپنا چندہ آدھا کروالیا، چوتھا حصہ کروالیا کہ ہم نے آپ کی بات سن لی ہے بات سمجھ آگئی ہے ہمیں اتنے کی توفیق ہے ہمیں اجازت دیں ۔میں نے کہا منظور ہے بڑی خوشی کی ساتھ آپ اس طرح کریں اور چند مہینے کے بعد ہی ان کا خط آگیا کہ آپ اپنی وہ اجازت منسوخ کر دیں اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق

عطا فرمائی ہے کہ ہم پورا دیں بلکہ انشاءاللہ اس سے بھی بڑھ کر دیں گے تو خدا کے معاملات میں کنجوسی بہت ہی بیوقوفی ہے، ایک قسم کی خودکشی ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ احمدی نوجوان یا بڑے جو اس کمزوری میں مبتلا ہیں وہ اپنی خاطر اپنے حالات پر نظر ثانی کریں گے اور جماعت کی منتظمہ کو چاہئے کہ ان کو سمجھائیں پیار اور محبت کے ساتھ۔ خدا تعالیٰ نے میرے سپرد یہ ذمہ داری کی ہے جس طرح میری زبان میں ان کے دل پر اثر ہوسکتا ہے دوسری زبان میں وہ اثر نہیں ہوسکتا۔ اسلئے نہیں کہ مجھے زیادہ اچھا بولنا آتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ہر احمدی سے ایک ذاتی رشتہ باندھ دیا ہے۔ اب ایک عام آدمی کسی کو نصیحت کرتا ہے اُس کا وہ اثر نہیں ہوسکتا لیکن جب باپ نصیحت کرتا ہے اُس کا زیادہ اثر ہوتا ہے، ماں نصیحت کرتی ہے اُس کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اکثر احمدیوں کا خلیفہ وقت سے ایسا تعلق ہے جو ماں باپ سے بھی بڑھ کر ہے اور خلیفہ وقت کی آواز میں اس وجہ سے اثر ہوتا ہے خواہ وہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں ہی کہہ رہا ہو۔ تو کیسٹس موجود ہیں وہ لے کر یہ نکالیں پرانی کیسٹس کو ایسے خطبات ہیں جن میں مالی قربانی کا ذکر ہے وہ احمدی نوجوانوں کو، بڑوں، چھوٹوں کو سنائیں اور پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُن کے دلوں میں نرمی پیدا ہو جائے گی وہ مالی قربانی میں آگے بڑھیں گے اور ہم جو آج محتاج ہیں کہ زیادہ سے زیادہ احمدی اپنے آپ کو خدمت دین کیلئے پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری ضرورتیں پوری کرنے کے نئے سامان پیدا ہو جائیں گے۔

تو میں امید رکھتا ہوں کہ یہاں کی جماعت اپنے مخفی جوہروں کو آگے باہر نکالے گی۔ یہ کہنا غلط ہے۔ میں ہرگز آپ کے اوپر بدظنی نہیں رکھتا کہ آپ ایک مردہ دل جماعت ہیں یا آپ کے اندر صلاحیتیں موجود نہیں۔ میں خدا کے فضل سے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکا ہوں۔ آپ میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو دنیا کی کسی بھی نہایت ترقی کرنے والی جماعت میں موجود ہیں۔ آپ میں کسی دوسرے سے کوئی کمی نہیں۔ یہ چند نصیحتیں جو میں نے آپ کے سامنے کی ہیں ان پر عمل کریں پھر دیکھیں انشاءاللہ دیکھتے دیکھتے یہاں کے حالات تبدیل ہو جائیں گے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو اور آئندہ میں اسی وقت یہاں آؤں گا جب آپ لوگ کثرت سے پھیل رہے ہوں۔ ہر طرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے نئی حدیں پار کر رہے ہوں گے۔ پھر مجھے دعوت دیں اسکے بغیر میں دوبارہ یہاں نہیں آؤں گا۔